ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 3956

Program: BS Islamic Studies (Spec. Seerat Studies)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ (شعبہ سیرت سٹڈیز)

کورس: جامع ترمذی وشمائل ترمذی (طہارت، نماز اور شمائل نبوی ﷺ) (3956) • سطح: بی ایس علوم اسلامیہ (تخصص سیرت سٹڈیز)

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 1 (یونٹ 1–4)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 50

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1: طہارت، وضو کی شرائط اور وضو کو فاسد کرنے والے امور (20 نمبر)

سوال نمبر 1: دینی نصوص کی روشنی میں طہارت، وضو کی شرائط اور وضو کو فاسد کرنے والے امور کے احکام بیان کریں۔ (20)

تعارف

اسلام ایک ایسا دین ہے جو ظاہر و باطن دونوں کی صفائی کو ایمان کا جزو قرار دیتا ہے۔ نماز دین کا ستون ہے اور نماز کی قبولیت کی پہلی شرط طہارت ہے، اسی لیے فقہ کی تقریباً ہر کتاب کا آغاز کتاب الطہارہ سے ہوتا ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی جامع ترمذی کی ابتدا ابواب الطہارہ سے فرمائی ہے۔ صحیح مسلم کی کتاب الطہارہ میں مروی روایت کا مفہوم ہے کہ پاکیزگی ایمان کا نصف ہے، یعنی ظاہری پاکیزگی دراصل باطنی پاکیزگی کی علامت اور اس کا ذریعہ ہے۔ اس سوال میں ہم دینی نصوص یعنی قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں تین بنیادی مباحث کا جائزہ لیں گے: اول طہارت کا مفہوم، اس کی اقسام اور اہمیت؛ دوم وضو کی شرائط اور اس کا مسنون طریقہ؛ سوم وہ امور جو وضو کو فاسد کر دیتے ہیں، تاکہ طالب علم نماز جیسی عظیم عبادت کی بنیاد کو پوری طرح سمجھ سکے۔

طہارت کا مفہوم اور اس کی اقسام

طہارت کے لغوی معنی پاکی، صفائی اور نجاست سے دوری کے ہیں، جبکہ شرعی اصطلاح میں طہارت سے مراد حدث اور خبث کا ازالہ ہے۔ حدث اس شرعی مانع کو کہتے ہیں جو بدن پر عارض ہوتا ہے اور نماز وغیرہ سے روکتا ہے، جبکہ خبث سے مراد عینی نجاست ہے جو بدن، لباس یا جگہ پر لگی ہو۔ اس اعتبار سے طہارت کی دو بڑی قسمیں ہیں: پہلی طہارتِ حدثی، جس میں وضو کے ذریعے حدثِ اصغر اور غسل کے ذریعے حدثِ اکبر دور کیا جاتا ہے، اور پانی میسر نہ ہو تو تیمم اس کا قائم مقام بنتا ہے۔ دوسری طہارتِ خبثی، یعنی بدن، کپڑوں اور نماز کی جگہ کو نجاست سے پاک کرنا۔ فقہاء نے اسی تقسیم کی روشنی میں یہ اصول وضع کیا ہے کہ نماز کے لیے نمازی کا بدن، اس کا لباس اور اس کی جائے نماز تینوں کا پاک ہونا ضروری ہے، کیونکہ عبادت میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری ہوتی ہے اور حضور حاضری کا تقاضا مکمل صفائی ہے۔

قرآن مجید میں طہارت کی اہمیت کئی مقامات پر بیان ہوئی ہے۔ سورۃ المائدہ کی آیت وضو میں نماز کے لیے کھڑے ہونے پر چہرہ اور ہاتھ دھونے، سر کے مسح اور پاؤں دھونے کا حکم دیا گیا ہے اور اسی آیت میں غسل اور تیمم کے بنیادی اصول بھی موجود ہیں، گویا یہ آیت پورے بابِ طہارت کی بنیاد ہے۔ اسی طرح سورۃ المدثر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لباس پاک رکھنے کا حکم دیا گیا، جس سے اہل علم نے لباس کی طہارت پر استدلال کیا ہے، اور سورۃ التوبہ میں مسجد قباء کے نمازیوں کی اس بنا پر تعریف کی گئی ہے کہ وہ خوب

پاکیزگی حاصل کرتے ہیں اور اللہ پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ جامع ترمذی کے ابواب الطہارہ میں ان تمام جزئیات کی تفصیل احادیث کی روشنی میں پیش کی گئی ہے، جن میں پانی کی پاکی، برتنوں کی صفائی، مسواک، وضو اور استنجا کے آداب شامل ہیں۔

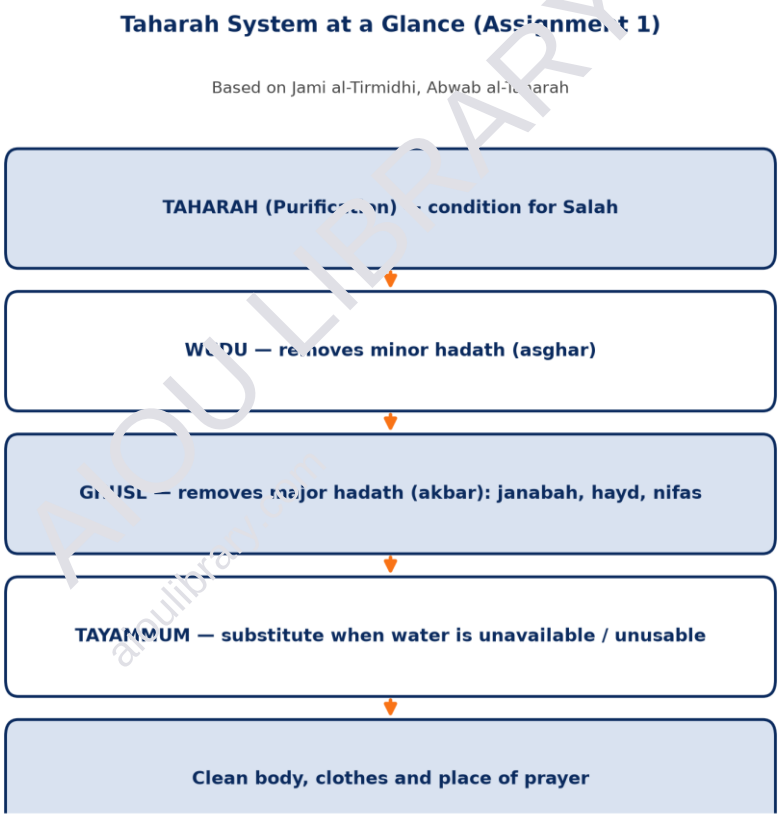

شکل 1: نظامِ طہارت کا اجمالی خاکہ — وضو، غسل اور تیمم

وضو کا مفہوم، حکم اور فضیلت

وضو نماز کی کنجی ہے۔ اس کے معنی مخصوص اعضاء کو شرعی طریقے سے دھونا اور مسح کرنا ہے۔ وضو کا حکم قرآن مجید کی مذکورہ آیت سے ثابت ہے اور سنت نے اس کی مکمل کیفیت بیان کی ہے۔ احادیث میں وضو کی بڑی فضیلت آئی ہے: جامع ترمذی اور صحیح مسلم کی روایات کا مفہوم ہے کہ جب مسلمان وضو کرتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کے اعضاء سے گناہ جھڑتے ہیں، اور قیامت کے دن وضو کے اعضاء نور سے چمک رہے ہوں گے جن کی بنا پر امت کی پہچان ہو گی۔ اسی لیے فقہاء کہتے ہیں کہ وضو صرف ایک

ظاہری عمل نہیں بلکہ روحانی تیاری ہے: انسان گناہوں سے توبہ کا ارادہ کرتا ہے، اپنے اعضاء کو ان مقاصد کے لیے پاک کرتا ہے جن سے وہ نیکی کے کام لیتا ہے، اور پھر خشوع کے ساتھ نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بلا ضرورت ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرنا مستحب قرار دیا گیا ہے اگرچہ ایک وضو سے کئی نمازیں شرعاً جائز ہیں جب تک وہ باقی رہے۔

وضو کی شرائط

وضو کے درست اور معتبر ہونے کے لیے فقہاء نے نصوص کی روشنی میں چند شرائط بیان کی ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ وضو کرنے والا مسلمان، عاقل اور ممیز ہو، کیونکہ عبادت کی صحت کے لیے نیت اور تمیز بنیادی شرط ہے۔ دوسری شرط پانی کا طاہر اور مطہر ہونا ہے، یعنی پانی اپنی اصل طبعیت پر باقی ہو، اس میں نجاست نہ ملی ہو اور وہ شرعاً استعمال کے قابل ہو۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اعضاء وضو تک پانی پہنچنے میں کوئی مانع نہ ہو، مثال کے طور پر اعضاء پر ایسی چیز کی تہہ جمی نہ ہو جو پانی کو جلد تک پہنچنے سے روکے؛ احادیث میں ایڑھیوں کے خشک رہ جانے پر سخت وعید آئی ہے، اس لیے پورا عضو دھونا ضروری ہے۔ چوتھی شرط حدث کا موجود ہونا یا عبادت کا قصد ہے، کیونکہ وضو عبادت اسی وقت بنتا ہے جب کسی شرعی مقصد کے لیے کیا جائے۔ اس کے علاوہ عورتوں کے مخصوص ایام میں نماز معاف ہونے جیسی تفصیلات بھی اسی باب میں آتی ہیں۔ ان شرائط کی مجموعی حکمت یہ ہے کہ وضو محض رسمی دھلائی نہ رہے بلکہ شعوری عبادت بنے۔

وضو کے فرائض، سنتیں اور آداب

آیت وضو کی روشنی میں وضو کے فرائض چار ہیں: پورا چہرہ دھونا، دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا، سر کا مسح کرنا اور دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا۔ بعض اجزاء کی مقدار اور ترتیب میں فقہی مذاہب کی آراء مختلف ہیں، مثال کے طور پر مسح کی مقدار اور نیت و ترتیب کے فرض یا سنت ہونے میں اختلاف مشہور ہے، مگر چاروں بنیادی اعمال پر سب متفق ہیں۔ سنتوں میں بسم اللہ سے آغاز، پہلے ہاتھوں کو دھونا، مسواک کرنا، تین تین بار اعضاء دھونا، کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا اور اسے جھاڑنا، گردن و کانوں کا مسح، داڑھی کا خلال، ترتیب کی پابندی اور اعضاء کو لگاتار دھونا شامل ہے، جن کی تفصیل جامع ترمذی کے ابواب الطہارہ میں حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی روایات میں ملتی ہے جن

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو کر کے دکھانا منقول ہے۔ آداب میں قبلہ رخ بیٹھنا، پانی میں اسراف سے بچنا، وضو کے بعد مسنون دعا کا اہتمام اور دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھنا شامل ہے۔ ان سنتوں کی پابندی سے وضو کا نور اور ثواب بڑھ جاتا ہے۔

جدول 1: وضو کا اجمالی ڈھانچہ — فرائض، سنتیں اور نواقض

حوالہ / بنیاد	تفصیل	پہلو
سورۃ المائدہ، آیت وضو	چہرہ دھونا، ہاتھ کہنیوں تک دھونا، سر کا مسح، پاؤں ٹخنوں تک دھونا	فرائض
جامع ترمذی، ابواب الطہارہ	مسواک، تین بار دھونا، کلی و ناک میں پانی، ترتیب و موالات	اہم سنتیں
صحیح مسلم، کتاب الطہارہ	گناہوں کا جھڑنا، قیامت میں اعضاء کا نورانی ہونا	فضیلت
احادیث و فقہی اصول	سبیلین سے خروج، گہری نیند، بے ہوشی وغیرہ	نواقض

وضو کو فاسد کرنے والے امور (نواقضِ وضو)

نواقض وضو سے مراد وہ امور ہیں جن کے پائے جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور نماز کے لیے نیا وضو لازم آتا ہے۔ ان میں سب سے بنیادی چیز پیشاب، پاخانہ اور ہوا کا خروج ہے، جس کی دلیل سورۃ المائدہ اور سورۃ النساء میں قضائے حاجت سے آنے کا ذکر ہے۔ احادیث میں واضح کیا گیا ہے کہ جب تک آدمی کو حقیقت کا یقین نہ ہو، محض شک کی بنا پر وضو نہیں ٹوٹتا؛ مشہور حدیث کا مفہوم ہے کہ شک کی صورت میں آواز یا بو کے یقین کے بغیر نماز نہ چھوڑی جائے، اور فقہی قاعدہ ہے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ دوسرا ناقض گہری نیند ہے جس میں انسان کو اپنے اعضاء پر قابو نہ رہے، جبکہ بیٹھے بیٹھے اونگھ آنے میں فقہاء کی تفصیل موجود ہے۔ تیسرا ناقض بے ہوشی، جنون اور نشے کی حالت ہے

کیونکہ یہ نیند سے بڑھ کر عقل کو زائل کر دیتے ہیں۔ اسی طرح جسم سے خون یا پیپ کے بہنے، منہ بھر کر قے آنے اور اس طرح کے امور میں فقہی مذاہب کی آراء مختلف ہیں اور جامع ترمذی میں ان مسائل کی روایات اختلافی نوٹ کے ساتھ نقل کی گئی ہیں، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام ترمذی کا منہج یہ ہے کہ دلیل کے ساتھ ہر مسئلہ پیش کر دیا جائے۔ طالب علم کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ اصول سمجھے اور کسی پیش آمدہ ذاتی مسئلے میں مستند اہل علم سے رجوع کرے۔

عملی زندگی میں ان احکام کی چند صورتیں روزمرہ پیش آتی ہیں: سلس البول جیسے مستقل عذر والے شخص کے لیے فقہاء نے معذور کا الگ حکم بیان کیا ہے کہ وہ ہر نماز کے وقت کے لیے وضو کرے، اور اسی طرح زخم سے رطوبت کا مسئلہ بھی اہل علم سے پوچھ کر حل کیا جاتا ہے۔ محض وسوسے اور شکوک کو دور کرنے کے لیے شریعت نے آسانی رکھی ہے، کیونکہ عبادت میں یقین اور اطمینان مقصود ہے نہ کہ تنگی۔ یہ بھی یاد رہے کہ ہنسی، کلام یا کھانا پینا بذات خود وضو کو نہیں توڑتے، البتہ نماز کے اندر قہقہے کے مسئلے میں فقہی تفصیل الگ ہے۔ غرض نواقض کا علم اس لیے ضروری ہے کہ نہ انسان بلاوضو نماز پڑھے اور نہ وسوسے میں مبتلا ہو کر بار بار وضو دہراتا رہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ طہارت اسلام میں عبادت کی بنیاد اور ایمان کی علامت ہے۔ وضو اس کا پہلا درجہ ہے جس کی شرائط، فرائض اور سنتیں قرآن و سنت میں پوری وضاحت سے موجود ہیں، اور نواقض وضو کا علم نمازی کو غلطی اور وسوسے دونوں سے بچاتا ہے۔ جامع ترمذی کے ابواب الطہارہ کا مطالعہ طالب علم کو یہ بھی سکھاتا ہے کہ فقہی اختلاف کی صورت میں دلیل اور احتیاط کا رویہ اختیار کیا جائے۔ نوٹ: یہ تحریر خالص تعلیمی مقصد کے لیے اصول بیان کرتی ہے؛ کسی خاص ذاتی مسئلے میں شرعی حکم کا اطلاق مستند علماء کا کام ہے، اس لیے عملی مسئلہ پیش آئے تو اہل علم سے رجوع کیا جائے۔

سوال نمبر 2: غسل کے فرض و واجب شرائط اور مسنون طریقہ (20 نمبر)

سوال نمبر 2: حدیث مبارکہ کی روشنی میں غسل کے فرض و واجب شرائط اور اس کا مسنون طریقہ تحریر کریں۔ (20)

تعارف

غسل طہارت کا دوسرا بڑا ذریعہ ہے جس کے ذریعے حدث اکبر دور ہوتا ہے اور انسان نماز، تلاوت اور دیگر عبادات کے قابل بنتا ہے۔ قرآن مجید میں جنابت کی حالت میں نماز کے قریب نہ جانے اور پاک ہونے کا حکم آیا ہے، اور سورۃ المائدہ میں بھی غسل کی فرضیت کی طرف اشارہ موجود ہے۔ اس حکم کی عملی تفصیل ہمیں احادیث مبارکہ سے ملتی ہے، اور جامع ترمذی کے ابواب الطہارہ میں غسل کے مسائل پوری ترتیب کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ اس جواب میں پہلے غسل کے موجبات یعنی وہ اسباب جن سے غسل فرض ہو جاتا ہے، پھر اس کے فرائض و شرائط، اور آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت شدہ مسنون طریقہ بیان کیا جائے گا، تاکہ مسئلہ ہر پہلو سے واضح ہو جائے۔

غسل کا مفہوم اور اس کے موجبات

غسل کے لغوی معنی تمام بدن پر پانی بہانا ہے اور شرعی اصطلاح میں حدث اکبر کو دور کرنے کے قصد سے پورے جسم کو شرعی طریقے سے دھونا غسل کہلاتا ہے۔ غسل کے فرض ہونے کے مشہور اسباب یہ ہیں: اول جنابت، جو جوش کے ساتھ منی کے خروج یا جماع سے واقع ہوتی ہے؛ احادیث میں اس بارے میں واضح رہنمائی موجود ہے اور عورت کے احتلام کے متعلق ام سلیم رضی اللہ عنہا کے سوال پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح بے تکلف جواب دیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرعی مسئلہ پوچھنے میں کوئی جھجک نہیں ہونی چاہیے۔ دوم حیض سے پاک ہونا اور سوم نفاس سے پاک ہونا، کیونکہ ان ایام کے بعد نماز و روزے کے لیے غسل لازم ہے۔ اس کے علاوہ میت کو غسل دینا امت پر فرض کفایہ ہے، اور نو مسلم کے غسل اور جمعہ و عیدین کے غسل کے بارے میں فقہاء کی آراء میں وجوب و استحباب کی تفصیل موجود ہے، جن میں جمعہ کے غسل کی بڑی تاکید احادیث میں آئی ہے اور ترمذی نے اس مسئلے کی روایات بھی نقل کی ہیں۔

حدیث مبارکہ کی روشنی میں غسل کے احکام

احادیث میں غسل کے مفصل احکام موجود ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل جنابت کی کیفیت منقول ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ پہلے ہاتھ دھوتے، شرمگاہ کو دھو کر وضو فرماتے، سر پر تین بار پانی ڈالتے اور پھر تمام بدن پر پانی بہاتے۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ ترتیب مزید تفصیل

سے آئی ہے جس میں بدن کے دائیں اور بائیں حصے کی ترتیب بھی مذکور ہے۔ ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ غسل محض پانی ڈال لینا نہیں بلکہ ایک منظم عبادت ہے جس میں وضو کی فضیلت بھی شامل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح حدیث میں غسل کے پانی کی مقدار کا بھی ذکر آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاع سے غسل فرما لیتے تھے، جس سے اسراف سے بچنے کا سبق ملتا ہے اور یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اصل مقصد پورے بدن تک پانی پہنچانا ہے، پانی کی کثرت نہیں۔ عورت کے گوندھے ہوئے بالوں کے بارے میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا مفہوم ہے کہ بالوں کی گتھیاں کھولنا لازم نہیں، سر پر تین لپ پانی ڈالنا کافی ہے، جو خواتین کے لیے بڑی آسانی ہے۔

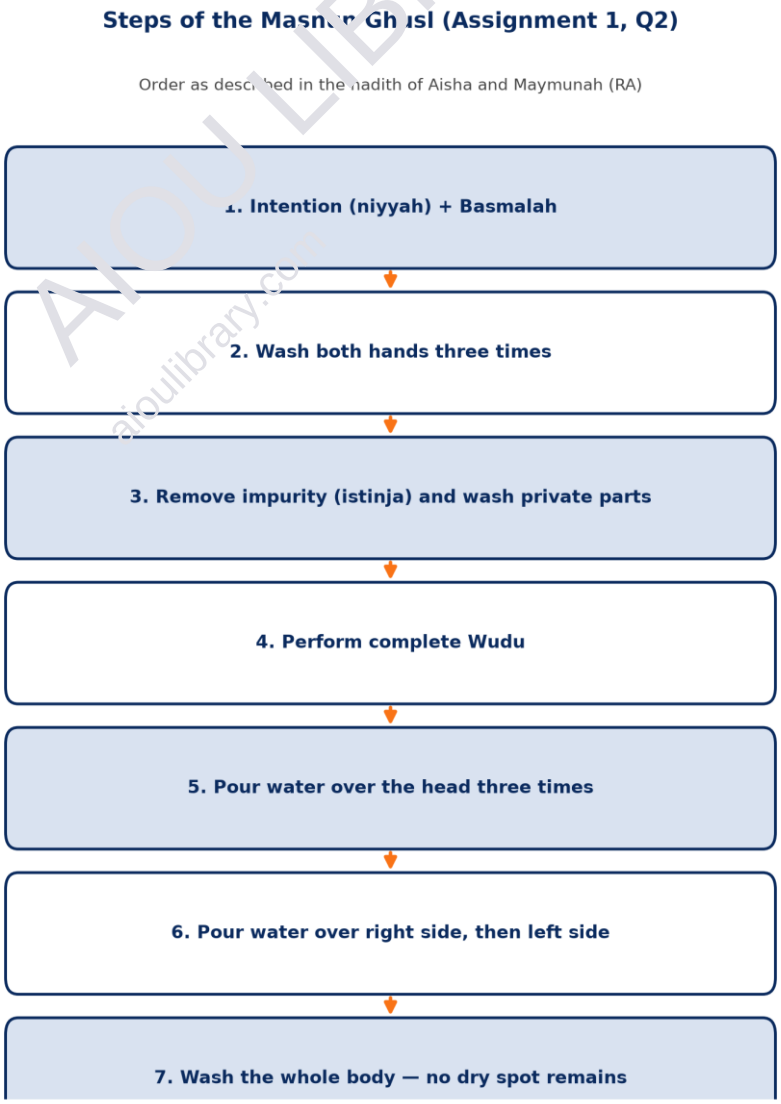

شکل 2: مسنون غسل کے مراحل بترتیب

غسل کے فرائض وواجبات

فقہاء نے آیات واحادیث کی روشنی میں غسل کے فرائض بیان کیے ہیں جن کے بغیر غسل مکمل نہیں ہوتا۔ مشہور فقہی بیان کے مطابق غسل کے تین فرض ہیں: کلی کرنا تاکہ منہ کے اندر ہر حصے تک پانی پہنچے، ناک میں پانی ڈالنا تاکہ ناک کے نرم حصے تک پانی پہنچے، اور ایک بار تمام بدن پر پانی بہانا اس طرح کہ کوئی جگہ خشک نہ رہے۔ دیگر فقہی مذاہب میں بدن کو دھونے اور نیت کو بنیاد قرار دیا گیا ہے اور جزئیات میں اختلاف ہے، لیکن اصل نکتے پر سب متفق ہیں کہ پورا بدن پاک پانی سے بھیگنا لازمی ہے۔ واجبات اور سنتوں میں نیت کرنا، بسم اللہ کہنا، پہلے وضو کرنا، بدن کو ملنا، ترتیب کی رعایت اور پانی میں حد سے زیادہ کمی یا اسراف نہ کرنا شامل ہے۔ یہاں یہ اصول یاد رکھنا چاہیے کہ کسی عضو کے خشک رہ جانے کی صورت میں اس حصے کو دھو لینا کافی ہو گا، کیونکہ مقصد ازالہ حدث ہے۔ خاص حالات، مثلاً زخم پر پٹی یا بیماری میں پانی کے نقصان کا اندیشہ ہو تو ایسے مسائل فقہاء نے الگ سے بیان کیے ہیں اور ان میں مسح یا تیمم کی رخصت آ سکتی ہے۔

جدول ۱: غسل کے موجبات اور فرائض کا خلاصہ

پہلو	تفصیل
فرض ہونے کے اسباب	جنابت، حیض سے فراغت، نفاس سے فراغت
فرائض	کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، تمام بدن پر پانی بہانا
سنتیں	نیت، بسم اللہ، پہلے وضو، تین بار سر پر پانی، دائیں سے آغاز، بدن ملنا
سنت / مستحب غسل	جمعہ، عیدین، احرام اور دیگر مواقع (فقہی تفصیل کے ساتھ)
آسانی کا اصول	عورت کے لیے گوندھے بال کھولنا لازم نہیں؛ پانی کی مقدار میں اعتدال

غسل کا مسنون طریقہ

احادیث کی روشنی میں غسل کا مسنون طریقہ درج ذیل ہے: سب سے پہلے دل میں نیت کی جائے اور بسم اللہ پڑھی جائے۔ پھر دونوں ہاتھ کلائیوں تک تین بار دھوئے جائیں۔ اس کے بعد استنجا کر کے شرمگاہ اور اردگرد کی نجاست دھوئی جائے اور ہاتھ صابن وغیرہ سے صاف کیا جائے۔ پھر نماز جیسا مکمل وضو کیا جائے، البتہ پاؤں دھونا مؤخر بھی کیا جا سکتا ہے اگر جگہ صاف نہ ہو۔ اس کے بعد سر پر تین بار پانی ڈال کر بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچایا جائے۔ پھر دائیں کندھے اور بدن کے دائیں حصے پر، پھر بائیں حصے پر پانی بہایا جائے، اور پورے بدن کو ہاتھ سے مل کر دھویا جائے تاکہ کوئی جگہ خشک نہ رہے۔ آخر میں پاؤں دھو کر غسل مکمل کیا جائے۔ اس طریقے کی خوبی یہ ہے کہ انسان حدث اکبر سے بھی پاک ہو جاتا ہے اور وضو بھی اس میں شامل ہو جاتا ہے، اس لیے غسل کے بعد نماز کے لیے الگ وضو کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہی ترتیب جامع ترمذی میں نقل شدہ روایات کا حاصل ہے اور فقہ کی کتابوں میں اسی کو مسنون غسل کہا گیا ہے۔

غسل کے سماجی و روحانی پہلو

غسل کا حکم صرف انفرادی پاکی تک محدود نہیں؛ اس کے گہرے اخلاقی و روحانی اثرات بھی ہیں۔ ایک مسلمان کا جسم و لباس پاک رہتا ہے تو وہ معاشرے میں بھی صفائی کا پیغام دیتا ہے، مسجد اور جماعت میں دوسروں کو تکلیف نہیں پہنچتی اور عبادت میں خشوع پیدا ہوتا ہے۔ احادیث میں جمعہ کے لیے غسل، خوشبو اور اچھے لباس کی ترغیب اسی لیے دی گئی ہے کہ اجتماع مسلمانوں کی عزت و وقار کا اظہار بنے۔ اس کے ساتھ یہ سبق بھی ملتا ہے کہ دینی احکام میں عورت و مرد دونوں کو پوری رہنمائی دی گئی ہے اور مسائل پوچھنا علم حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، شرم و جھجک کا نہیں۔ جدید دور میں پانی کی قلت اور ماحولیاتی ذمہ داری کے پیش نظر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کم پانی میں کامل غسل کرنا ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے کہ سنت کی پیروی اور وسائل کی حفاظت بیک وقت ممکن ہے۔

خلاصہ

مختصر یہ کہ غسل حدث اکبر سے پاکی کا ذریعہ ہے، اس کے موجبات اور فرائض احادیث میں واضح ہیں اور اس کا مسنون طریقہ وضو، ترتیب اور مکمل بدن کی دھلائی پر مشتمل ہے۔ فقہی جزئیات میں اختلاف کی صورت میں طالب علم کو چاہیے کہ وہ اصول اور دلیل کو سمجھے اور ذاتی پیش آمدہ مسئلے میں مستند علماء سے رجوع کرے، کیونکہ انفرادی حالات پر حکم کا اطلاق اہل علم کا کام ہے۔ یہی رویہ جامع ترمذی کے مطالعے سے سیکھنے کو ملتا ہے کہ ہر مسئلہ دلیل کے ساتھ سمجھا جائے اور عمل میں سنت کی اتباع کی جائے۔

سوال نمبر 3: تیمم کے ارکان و شرائط اور پانی و کپڑوں کی پاکی کے احکام (20 نمبر)

سوال نمبر 3: احادیث مبارکہ کی روشنی میں تیمم کے ارکان، شرائط اور پانی یا کپڑوں کی پاکی کے احکام واضح کریں۔ (۲۰)

تعارف

اسلام کی نمایاں خوبی یہ ہے کہ اس نے عبادت کے لیے آسانی کا دروازہ ہمیشہ کھلا رکھا ہے۔ جب پانی میسر نہ ہو یا اس کا استعمال ممکن نہ ہو تو شریعت نے مٹی کو پانی کا قائم مقام بنا دیا، اور اسی عمل کا نام تیمم ہے۔ قرآن مجید نے سورۃ النساء اور سورۃ المائدہ میں تیمم کی مشروعیت بیان فرمائی ہے اور احادیث مبارکہ میں اس کا عملی طریقہ تفصیل سے آیا ہے۔ جامع ترمذی کے ابواب الطہارہ میں تیمم، پانی کی پاکی اور ناپاک کپڑے جیسے موضوعات کی روایات موجود ہیں۔ اس جواب میں پہلے تیمم کے ارکان و شرائط اور اس کا طریقہ، پھر پانی کی پاکی کے احکام اور آخر میں کپڑوں کی پاکی کے اصول بیان کیے جائیں گے، کیونکہ یہ تینوں مباحث ایک نمازی کی روزمرہ زندگی سے براہ راست تعلق رکھتے ہیں۔

تیمم کا مفہوم اور اس کی مشروعیت

تیمم کے لغوی معنی قصد اور ارادے کے ہیں اور شرعی اصطلاح میں پانی نہ ملنے یا اس کے استعمال پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں پاک مٹی سے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرنا تیمم کہلاتا ہے۔ اس کی حکمت واضح ہے: نماز کسی حال میں ترک نہیں کی جا سکتی، لیکن طہارت کے ذریعے کا بدل اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دیا۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی مشہور

روایت، جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی کتاب التیمم میں آئی ہے، اس کا مفہوم یہ ہے کہ سفر میں جنابت کی حالت میں جب پانی نہ ملا تو انہوں نے مٹی میں لوٹ پوٹ ہو کر نماز پڑھی، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رہنمائی فرمائی کہ دونوں ہتھیلیاں مٹی پر مار کر چہرے اور ہاتھوں کا مسح کافی تھا۔ اس روایت سے تیمم کا اصل طریقہ بھی معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی کہ شریعت تنگی نہیں چاہتی۔ ایک اور روایت کا مفہوم ہے کہ زمین کو اس امت کے لیے مسجد اور اس کی مٹی کو پاک کرنے والی بنایا گیا، جو تیمم کی فضیلت اور اس امت کی خصوصیت کو ظاہر کرتا ہے۔

تیمم کے ارکان

فقہاء نے احادیث کی روشنی میں تیمم کے ارکان بیان کیے ہیں جن کے بغیر تیمم درست نہیں ہوتا۔ پہلا رکن نیت ہے، یعنی مٹی پر ہاتھ مارتے وقت طہارت حاصل کرنے یا نماز کے قابل بننے کی نیت کی جائے، کیونکہ تیمم عبادت ہے اور عبادت کی پہچان نیت ہے۔ دوسرا رکن صعید طاہر یعنی پاک مٹی یا اس کے حکم میں آنے والی چیز کا استعمال ہے؛ قرآن مجید میں بھی صعیداً طیباً کے الفاظ سے پاک زمین کی قید لگائی گئی ہے، اس لیے ناپاک زمین سے تیمم درست نہیں ہوگا۔ تیسرا رکن چہرے کا مسح ہے کہ مٹی پر ضرب لگانے کے بعد دونوں ہتھیلیاں پورے چہرے پر پھیری جائیں۔ چوتھا رکن دونوں ہاتھوں کا مسح ہے، جس کی حد کے بارے میں روایات کی روشنی میں فقہی آراء مختلف ہیں کہ مسح کلائیوں تک ہو یا کہنیوں سمیت؛ جامع ترمذی نے دونوں قسم کی روایات نقل کی ہیں اور اہل علم کی آراء کا ذکر کیا ہے۔ ان ارکان کی ترتیب اور دونوں ضربوں کا بیان بھی اسی باب میں آتا ہے، اس لیے طالب علم کو اصل کتاب سے کیفیت کا تصور ضرور ذہن نشین کرنا چاہیے۔

تیمم کی شرائط اور اس کا مسنون طریقہ

تیمم کے درست ہونے کی بنیادی شرط پانی کا عدم یا اس کے استعمال کی عدم قدرت ہے۔ اس کی مختلف صورتیں ہیں: پانی موجود ہی نہ ہو اور شرعی مسافت پر تلاش کے باوجود نہ ملے؛ پانی قریب ہو لیکن اس تک پہنچنا ممکن نہ ہو یا جان و مال کا اندیشہ ہو؛ انسان بیماری یا زخم کی وجہ سے پانی استعمال نہ کر سکتا ہو، یا شدید سردی میں پانی سے نقصان کا غالب گمان ہو؛ یا پانی اتنا کم ہو کہ پینے کے لیے بھی بمشکل کافی ہو۔ ان صورتوں میں تیمم کی رخصت ہے، مگر یہ رخصت عذر کے بقدر ہے، اس لیے جہاں پانی میسر آ جائے وہاں تیمم کا حکم ختم

ہو جاتا ہے۔ مسنون طریقہ یہ ہے کہ نیت کر کے بسم اللہ پڑھی جائے، دونوں ہتھیلیاں پاک مٹی پر ماری جائیں، اضافی گرد جھاڑ دی جائے، پہلے چہرے کا مسح کیا جائے، پھر دوسری ضرب سے دونوں ہاتھوں کا مسح کیا جائے۔ اس طریقے میں سادگی اور کامل طہارت کا احساس دونوں جمع ہیں۔

جدول 3: تیمم اور وضو کا موازنہ

تیمم	وضو / غسل	پہلو
پاک مٹی (صعید طیب)	پاک پانی	ذریعہ
چہرہ اور دونوں ہاتھوں کا مسح	مخصوص اعضاء کی دھلائی / پورا بدن	دائرہ
پانی نہ ملے یا استعمال پر قدرت نہ ہو	پانی میسر اور قابل استعمال ہو	شرط
نواقض وضو سے اور پانی مل جانے سے بھی	نواقض وضو کے پائے جانے سے	حکم ختم ہونے کی صورت
ضرورت کے وقت شرعی بدل	اصل طہارت	حیثیت

پانی کی پاکی کے احکام

پانی اصلاً طاہر اور مطہر ہے، لیکن جب اس میں نجاست مل جائے تو اس کا حکم بدل جاتا ہے، اور یہی باب احادیث میں تفصیل سے آیا ہے۔ جامع ترمذی میں ساکن پانی کے بارے میں روایات منقول ہیں جن کا مفہوم ہے کہ کھڑے پانی میں پیشاب کرنے اور اسی میں غسل کرنے سے منع کیا گیا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پانی کو گندگی سے بچانا شریعت کا منشا ہے۔ فقہاء نے پانی کو مقدار کے اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے: قلیل پانی، جس میں نجاست گرے تو وہ ناپاک ہو جاتا ہے، اور کثیر پانی، مثلاً بڑا تالاب یا جاری پانی، جو محض نجاست گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک اس کا رنگ، بو یا مزہ بدل نہ جائے۔ اس اصول کی دلیل احادیث ہی ہیں جن میں دو قلہ جتنے پانی کے بارے میں کہا گیا کہ وہ ناپاک نہیں ہوتا اور جن میں بدلاؤ کی علامت کو معیار بنایا گیا ہے۔ اسی باب میں کنویں میں جانور گرنے، استعمال شدہ پانی اور برتن میں کتے کے منہ ڈالنے جیسے مسائل بھی آتے

ہیں جن کی جزئیات فقہ کی کتابوں میں ملتی ہیں۔ عصر حاضر میں ان اصولوں کی اہمیت یہ ہے کہ گھروں، مساجد اور وضو خانوں کے پانی کے نظام کو صاف رکھا جائے اور پانی کی بربادی سے بھی بچا جائے۔

کپڑوں کی پاکی کے احکام

نماز کی شرائط میں سے ایک شرط لباس کا پاک ہونا ہے، لہٰذا کپڑے کی پاکی نماز کی صحت سے جڑی ہوئی ہے۔ شریعت کا عمومی اصول یہ ہے کہ نجاست معلوم ہو تو اس جگہ کو دھو کر پاک کیا جائے؛ اگر نجاست کی جگہ معلوم نہ ہو تو پورا کپڑا دھونا مناسب ہے، اور اگر محض شک ہو تو فقہی قاعدہ ہے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا، اس لیے وسوسے کی بنا پر کپڑا ناپاک نہیں سمجھا جائے گا۔ احادیث میں حیض کے خون والے کپڑے کو کھرچ کر دھونے کی ہدایت آئی ہے، بچے کے پیشاب کے بارے میں نر بچے کے پیشاب پر چھینٹے اور مادہ بچے کے پیشاب کو دھونے کی تفصیل منقول ہے، اور منی کے کپڑے پر لگنے کے بارے میں بھی روایات موجود ہیں جن کی بنا پر فقہی آراء کی تفصیل ہے۔ ان سب کا حاصل یہ ہے کہ نماز سے پہلے لباس کا جائزہ لینا، ظاہری نجاست کو دور کرنا اور بے جا سختی و وسوسے سے بچنا، یہی متوازن اسلامی رویہ ہے۔ روزمرہ زندگی میں اس کا اطلاق یہ ہے کہ کام کاج کے کپڑے الگ رکھے جائیں، مسجد کے لیے صاف لباس کا اہتمام ہو اور بچوں کے کپڑوں کی پاکی میں خصوصی احتیاط برتی جائے۔

خلاصہ

مختصر یہ کہ تیمم شریعت کی سہولت پسندی کی روشن مثال ہے جس کے ارکان نیت، پاک مٹی، چہرے اور ہاتھوں کا مسح ہیں، اور اس کی شرط پانی کی عدم دستیابی یا استعمال کی عدم قدرت ہے۔ پانی اور کپڑوں کی پاکی کے احکام کا محور بھی احادیث ہی ہیں جن سے فقہاء نے قلیل و کثیر پانی اور ظاہری نجاست کے اصول مرتب کیے ہیں۔ طالب علم کے لیے سبق یہ ہے کہ طہارت کے ہر درجے میں سنت کی رہنمائی موجود ہے، اور جہاں کوئی عملی الجھن پیش آئے وہاں مستند اہل علم سے رجوع کر کے عمل کیا جائے، کیونکہ ذاتی کیس پر حکم کا اطلاق اہل علم کا کام ہے۔

سوال نمبر 4: امامت کی شرائط اور نماز کے بنیادی ارکان (20 نمبر)

سوال نمبر 4: سنت مطہرہ کی روشنی میں امامت کی شرائط اور نماز کے بنیادی ارکان کے احکام بیان کریں۔ (20)

تعارف

نماز باجماعت اسلام کی شعائر میں سے ہے اور اس کا مرکز امام ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کی نماز کو انفرادی نماز پر کئی گنا فضیلت دی ہے، اور جامع ترمذی کے ابواب الصلاۃ میں امامت، صفوں کی درستی اور مقتدیوں کے احکام تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔ امام کا کردار صرف نماز پڑھانا نہیں بلکہ جماعت کو سنت کے مطابق منظم کرنا، مقتدیوں کی رعایت کرنا اور مسجد کے ماحول کو عبادت کے شایانِ شان بنانا بھی ہے۔ اسی لیے سنت مطہرہ میں امامت کی شرائط اور استحقاق کی ترتیب بیان کی گئی ہے۔ دوسری طرف نماز کے بنیادی ارکان کا علم ہر نمازی کے لیے ضروری ہے، کیونکہ رکن چھوٹ جانے سے نماز ہی واقع نہیں ہوتی۔ اس جواب میں پہلے امامت کی شرائط و آداب اور پھر نماز کے ارکان و شرائط کا جائزہ لیا جائے گا۔

امامت کا مفہوم اور جماعت کی اہمیت

امامت کے معنی آگے ہونا اور قیادت کرنا ہے، اور نماز کی امامت سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص باقی نمازیوں کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھائے اور سب اس کی اقتدا کریں۔ احادیث میں جماعت ترک کرنے پر سخت ترہیب اور جماعت کے اجر کی بڑی بشارتیں آئی ہیں۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ جماعت مسلمانوں کو وقت کی پابندی، صف بندی، نظم و ضبط اور باہمی میل جول سکھاتی ہے۔ امام اس نظم کا محور ہوتا ہے: اس کی قراءت، اس کے رکوع و سجود کی اطمینان بھری ادائیگی اور وقت کی پابندی پوری جماعت کو متاثر کرتی ہے۔ اسی لیے شریعت نے یہ اصول دیا ہے کہ امام کی اقتدا لازمی ہے اور مقتدی امام سے آگے بڑھنے سے باز رہے؛ ایک مشہور حدیث کا مفہوم ہے کہ امام اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، یعنی رکوع و سجود اور قیام میں اسی کی متابعت ہو۔

سنت مطہرہ کی روشنی میں امامت کی شرائط

امامت کی شرائط وہی ہیں جو نماز کی صحت سے جڑی ہیں، کیونکہ امام کی نماز ہی مقتدیوں کی نماز کی بنیاد بنتی ہے: امام کا مسلمان، عاقل اور نماز کی شرائط یعنی طہارت، ستر عورت اور استقبال قبلہ پر قدرت رکھنے والا ہونا ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ چند امور امامت کے لیے بطور خاص ملحوظ ہیں۔ اول، امام نماز کے ارکان درست ادا کرنے پر قادر ہو، قراءت اس کی درست ہو اور ایسی علت نہ ہو جو نماز کو فاسد کرے۔ دوم، وہ جماعت جن افراد پر مشتمل ہے امام ان کی اقتدا کے شرعی ضابطوں کے مطابق ہو، مثلاً بالغوں کی جماعت میں امامت کے لیے بلوغ کا مسئلہ فقہاء کی تفصیل رکھتا ہے۔ سوم، امام کے لیے عادلانہ اور دیانت دار سیرت مطلوب ہے، کیونکہ فاسق کی امامت کے بارے میں اہل علم نے خاص بحث کی ہے، البتہ عملاً جماعت کا التزام اور نماز کی حفاظت سب پر مقدم اصول کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ جس امام کے پیچھے مقتدیوں کو سنت کے خلاف امور کا سخت اندیشہ ہو وہاں معاملہ اہل علم اور مقامی دینی رہنمائی سے طے کیا جاتا ہے، نہ کہ مسجد میں انتشار پیدا کر کے۔

امامت کا زیادہ حق دار کون؟ احادیث کی رہنمائی

صحیح مسلم کی ایک جامع روایت کا مفہوم ہے کہ جماعت کی امامت کا سب سے زیادہ حق دار وہ شخص ہے جو اللہ کی کتاب کو سب سے زیادہ پڑھا ہوا ہو، یعنی اس کا علم و قراءت سب سے بڑھ کر ہو؛ اگر اس میں سب برابر ہوں تو سنت کا سب سے زیادہ جاننے والا، پھر جس نے پہلے ہجرت کی ہو، اور پھر عمر میں بڑا ہو۔ اس ترتیب سے فقہاء نے استحقاق امامت کا ضابطہ مرتب کیا ہے کہ اصل معیار علم و قراءت ہے، اس کے بعد دینی سمجھ اور پھر عملی زندگی کا تجربہ۔ احادیث میں اس کی بھی ممانعت آئی ہے کہ کوئی شخص دوسرے کے مقررہ مقام اور اس کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر امامت کرے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امامت منصب بھی ہے اور امانت بھی۔ آج کے دور میں اس رہنمائی کا اطلاق یہ ہے کہ مساجد کی انتظامیہ پڑھے لکھے، سنت کے پابند اور مقتدیوں کے لیے نرم خو امام مقرر کرے اور نمازی بھی امام کے علمی وقار کا احترام کریں، اختلاف رائے کو مسجد کے ماحول کی خرابی کا سبب نہ بنائیں۔

امام کے فرائض اور آداب

احادیث میں امام کے لیے چند اہم آداب بیان ہوئے ہیں۔ ان میں سب سے نمایاں تخفیف یعنی نماز کو مقتدیوں کی حالت کی رعایت کرتے ہوئے مناسب رکھنا ہے، کیونکہ جماعت میں بوڑھے، کمزور اور ضرورت مند لوگ بھی ہوتے ہیں؛ ایک روایت کا مفہوم ہے کہ نماز لمبی کرنے کا ارادہ بھی بچے کے رونے کی آواز سن کر مختصر کر دیا گیا، یہ مقتدیوں کی رعایت کی عظیم مثال ہے۔ اس کے برعکس انفرادی نماز میں جس قدر طوالت چاہے اختیار کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح امام کے ذمے ہے کہ رکوع و سجود میں اطمینان رکھے، صفوں کی درستی کا اہتمام کرے، کیونکہ احادیث میں صف سیدھی کرنے کو نماز کی تکمیل قرار دیا گیا ہے، اور ساتھی نمازیوں کے کاندھوں میں خالی جگہ نہ رہنے دے۔ امام کو جماعت کے بعد مقتدیوں کی طرف رخ کر بیٹھنا، ان کے مسائل سننا اور مسجد کو علم و اخلاق کا مرکز بنانا بھی سنت کے آداب میں شامل ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ امام اپنی آواز اور قراءت کو مناسب رکھے، نہ اتنا آہستہ کہ پچھلی صفیں محروم رہیں اور نہ اخلاص سے خالی نمود۔

جدول 4: امامت — شرائط، استحقاق اور آداب کا خلاصہ

پہلو	تفصیل
بنیادی شرائط	اسلام، عقل، طہارت، نماز کے ارکان و شرائط کی درست ادائیگی پر قدرت، قراءت کی درستگی
استحقاق کی ترتیب	کتاب اللہ کا سب سے زیادہ عالم و قاری، پھر سنت کا عالم، پھر عمر و تجربہ (حدیث کی روشنی میں)
امام کے آداب	تخفیف و رعایت، رکوع و سجود میں اطمینان، صفوں کی درستی، مقتدیوں کی خبر گیری
مقتدی کا فرض	امام کی متابعت، اس سے سبقت نہ کرنا، صف کی تکمیل

نماز کے بنیادی ارکان

نماز کے ارکان وہ اجزاء ہیں جن کے بغیر نماز وجود میں نہیں آتی۔ سب سے پہلا رکن قیام ہے، یعنی فرض نماز میں کھڑے ہو کر پڑھنا، کیونکہ احادیث میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا حکم آیا ہے اور عذر کی صورت میں بیٹھ کر یا پہلو بدل کر پڑھنے کی رخصت بتدریج دی گئی ہے۔ دوسرا رکن قراءت ہے کہ ہر رکعت میں قرآن مجید کی تلاوت ہو، خاص طور پر سورۃ الفاتحہ کے بارے میں مشہور حدیث کا مفہوم ہے کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی، اگرچہ مقتدی کی قراءت کے مسئلے میں فقہی آراء کی تفصیل موجود ہے۔ تیسرا رکن رکوع ہے جس میں اطمینان لازمی ہے اور چوتھا رکن رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہونا ہے۔ پانچواں رکن سجود ہے جو ہر رکعت میں دو بار ہوتا ہے اور چھٹا رکن دو سجدوں کے درمیان جلسہ ہے۔ پھر آخری قعدہ اور تشہد کے بعد سلام پھیرنا نماز کا اختتام ہے۔ ان ارکان میں اطمینان یعنی ہر رکن کو سکون سے ادا کرنا حدیث کی روشنی میں نہایت اہم ہے؛ وہ مشہور واقعہ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نمازی کو تین بار نماز دہرانے کا فرمایا اور پھر پوری ہمراطمینان کے ساتھ سکھائی، اسی اصول کی سب سے واضح دلیل ہے، اور جامع ترمذی میں اس روایت کی شرح موجود ہے۔

نماز کی شرائط اور ارکان، واجبات، سنن کا فرق

ارکان سمجھنے کے ساتھ نماز کی شرائط کا ادراک بھی ضروری ہے جو نماز سے پہلے پوری کی جاتی ہیں: بدن، لباس اور جگہ کی طہارت؛ ستر کا چھپانا؛ قبلہ رخ ہونا؛ نماز کا وقت داخل ہونا اور نیت کرنا۔ فقہاء نے نماز کے اجزاء کو درجہ بندی میں بھی تقسیم کیا ہے: فرض و رکن چھوٹ جائے تو نماز نہیں ہوتی؛ واجب سہواً چھوٹ جائے تو سجدہ سہو سے تلافی ہوتی ہے اور قصداً چھوڑنا سخت گناہ ہے؛ سنت چھوٹ جانے سے نماز ہو جاتی ہے مگر اس کا کمال کم ہو جاتا ہے۔ اس درجہ بندی کا فائدہ یہ ہے کہ نمازی وسوسے میں مبتلا کیے بغیر اپنی نماز کی حفاظت کر سکے، ارکان میں کبھی کوتاہی نہ کرے اور واجبات کی غلطی کی صورت میں درست طریقے سے تلافی جانے۔ امامت اور ارکان کا باہمی تعلق یہ ہے کہ امام اگر کسی رکن میں خلل کرے تو پوری جماعت متاثر ہوتی ہے، اسی لیے امام کی علمی و عملی اہلیت پر شریعت نے اتنا زور دیا ہے۔

خلاصہ

حاصل یہ ہے کہ امامت سنت مطہرہ میں ایک ذمہ داری ہے جس کی شرائط نماز کی شرائط ہی ہیں، مگر استحقاق میں علم و قراءت کو مقدم رکھا گیا ہے اور آداب میں مقتدیوں کی رعایت سب سے نمایاں ہے۔ نماز کے بنیادی ارکان قیام، قراءت، رکوع، اعتدال، سجود، جلسہ اور قعدہ اخیرہ ہیں جن میں اطمینان شرط کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان اصولوں پر عمل کرنے سے جماعت بھی منظم ہوتی ہے اور نماز بھی کامل بنتی ہے۔ فقہی مسائل کی صورت میں نمازیوں کو اختلاف بڑھانے کے بجائے مستند اہل علم سے رجوع کرنا چاہیے، کیونکہ اطلاق حکم اہل علم کا کام ہے۔

سوال نمبر 5: مسنون اذکار اور نمازِ تہجد و وتر کے شرعی احکام (20 نمبر)

سوال نمبر 5: احادیث کی روشنی میں مسنون اذکار اور نماز تہجد اور وتر کی ادا کے شرعی احکام تحریر کریں۔ (20)

تعارف

ذکر اللہ دلوں کے سکون کا ذریعہ ہے اور نماز کے بعد کے اذکار اور رات کی نمازیں مومن کی روحانی زندگی کو تازگی بخشتی ہیں۔ جامع ترمذی میں نماز کے بعد کے اذکار، دعاؤں اور قیام اللیل کے فضائل پر مستقل ابواب موجود ہیں اور شمائل و سیرت کی روایات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی عبادت کا مکمل نمونہ سامنے آتا ہے۔ اس سوال کے تین حصے ہیں: پہلا مسنون اذکار کا بیان، دوسرا نماز تہجد کے احکام اور تیسرا نماز وتر کی ادائیگی کے شرعی احکام۔ ان تینوں کا آپس میں گہرا ربط ہے، کیونکہ رات کی نماز ذکر و دعا سے بھرپور ہوتی ہے اور وتر اس قیام کا اختتامی حصّہ ہے۔ ذیل میں ہر حصہ احادیث کی روشنی میں الگ الگ بیان کیا جاتا ہے تاکہ طالب علم ان عبادات کی علمی و عملی صورت مکمل سمجھ سکے۔

مسنون اذکار: مفہوم اور اہمیت

اذکار ذکر کی جمع ہے جس سے مراد اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا، اس کی حمد و تسبیح اور استغفار کرنا ہے۔ قرآن مجید میں کثرت سے ذکر کی ترغیب آئی ہے اور یہ بیان ہوا ہے کہ دلوں کا اطمینان اللہ کے ذکر ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ نماز خود سب سے بڑا ذکر ہے، مگر سلام پھیرنے کے بعد بھی مخصوص اذکار سنت سے ثابت ہیں جن کا اہتمام نماز کے اجر کو کامل کرتا ہے۔ ان اذکار کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو مخصوص اوقات اور مواقع سے وابستہ ہیں، جیسے نماز کے بعد، صبح و شام، سونے اور جاگنے کے اذکار؛ دوسرے مطلق اذکار جو ہر وقت کیے جا سکتے ہیں، جیسے تسبیح، تحمید، تکبیر، استغفار اور درود شریف۔ فقہاء و محدثین نے ان کے لیے مستقل کتابیں تصنیف کیں اور جامع ترمذی کے ابواب الدعوات اسی ذخیرے کا اہم حصہ ہیں۔

نماز کے بعد، صبح و شام اور دیگر مواقع کے مسنون اذکار

احادیث کی روشنی میں نماز کے بعد کے اذکار کی ترتیب کچھ یوں ملتی ہے: سلام کے بعد تین بار استغفار، پھر مسنون دعا جس میں اللہ سے سلامتی کی درخواست ہے، پھر آیۃ الکرسی کی تلاوت جس کی فضیلت میں آیا ہے کہ اس کے پڑھنے والے اور جنت کے درمیان موت کے سوا کوئی رکاوٹ نہیں رہتی، پھر تینتیس تینتیس بار سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر، اور سو کا عدد پوری کرنے والی کلمہ توحید کی تکرار؛ اس مجموعے کے بارے میں روایت کا مفہوم ہے کہ اس کے پڑھنے والے کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں چاہے سمندر کی جھاگ کی مانند ہوں۔ اسی طرح معوذات یعنی اخلاص، فلق اور ناس کی تلاوت بھی نماز کے بعد اور صبح و شام ثابت ہے۔ صبح و شام کے اذکار میں سید الاستغفار، رضیت باللہ ربًّا والی دعا اور دیگر مسنون دعائیں شامل ہیں جن کی تفصیل ترمذی کے ابواب الدعوات میں موجود ہے۔ سونے سے پہلے کے اذکار، بیدار ہونے کی دعا، گھر سے نکلنے اور کھانے پینے کے آداب کی دعائیں بھی اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ ان اذکار کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان کی پوری دن رات سنت سے جڑ جاتی ہے: کوئی موقع اللہ کی یاد سے خالی نہیں رہتا، اور یہی ذکر کی اصل روح ہے کہ زبان اور دل ہم آہنگ ہوں، ورنہ محض الفاظ کی تکرار اصل مقصود نہیں دیتی۔

نمازِ تہجد: مفہوم، حکم اور فضیلت

تہجد کے معنی رات کو نیند سے بیدار ہو کر نماز پڑھنا ہے۔ قرآن مجید میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے قیام کا حکم دیا گیا اور متقین کی صفات میں رات کے آخری پہر میں استغفار کا ذکر آیا ہے۔ تہجد کی فضیلت میں متعدد احادیث میں ایک روایت کا مفہوم ہے کہ فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے، اور ایک اور روایت میں رات کے آخری تہائی حصے میں اللہ تعالیٰ کی خاص قربت اور دعاؤں کی قبولیت کی بشارت دی گئی ہے۔ حکم کے اعتبار سے تہجد عام امت کے لیے نفل و سنت کا درجہ رکھتی ہے اور اس کی پابندی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا معمول تھا۔ تہجد کا وقت عشاء کے بعد سے فجر تک ہے، مگر افضل وقت رات کا آخری حصہ ہے کیونکہ اسی میں سونے کے بعد بیداری کا اصل مفہوم پایا جاتا ہے اور اسی وقت کے لیے احادیث میں خصوصی ترغیب آئی ہے۔ بھاری نیند والا شخص اگر بیدار ہونے کی صورت نہ پائے تو عشاء کے بعد ہی چند رکعات پڑھ لینا بھی فضیلت سے خالی نہیں، جس میں وتر کا اہتمام اس کی تکمیل بن جاتا ہے۔

تہجد کا طریقہ اور رکعات

تہجد کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ رات کو بیدار ہو کر مسواک اور وضو کیا جائے، اور دو دو رکعت کر کے نماز پڑھی جائے، کیونکہ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہے اور جب صبح کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت وتر پڑھ لی جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول کی تفصیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات میں ملتی ہے جن کے مطابق آپ رمضان اور غیر رمضان میں رات کی نماز گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، جن میں وتر شامل ہوتے تھے، اور آپ کی قراءت، رکوع اور سجود لمبے اور اطمینان بھرے ہوتے تھے۔ بعض روایات میں اس سے مختلف تعداد بھی آئی ہے جس کی بنا پر فقہاء رقم طراز ہیں کہ اصل فضیلت قیام کی کیفیت اور لمبائی میں ہے، تعداد میں وسعت ہے۔ اگر کسی کی رات کی نماز رہ جائے تو دن میں اس کی قضا کی سہولت بھی حدیث میں بیان ہوئی ہے، اور بیماری یا سفر کی صورت میں ثواب کا وعدہ جاری رہنے کی بشارت بھی آئی ہے۔

جدول 5: تہجد اور وتر کا اجمالی موازنہ

پہلو	نمازِ تہجد	نمازِ وتر
وقت	عشاء کے بعد تا طلوع فجر؛ افضل آخری تہائی رات	عشاء کے بعد تا طلوع فجر
حکم	نفل / سنت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی معمول	فقہی آراء: واجب (احناف) / سنت مؤکدہ (جمہور)
رکعات	دو دو کر کے؛ آپ کے معمول میں وتر سمیت گیارہ تک کی روایت مشہور	ایک، تین، پانچ وغیرہ — تین کا طریقہ زیادہ مشہور
خصوصیت	لمبی قراءت، رکوع و سجود اور دعا کی قبولیت کا وقت	قنوت کی دعا، رات کی نماز کا اختتام

نمازِ وتر: حکم، وقت اور طریقہ

وتر کے معنی طاق عدد کے ہیں اور اس نماز کا نام اسی لیے وتر ہے کہ اس کی رکعتیں طاق ہوتی ہیں۔ اس کے حکم میں فقہی مذاہب کی آراء مختلف ہیں: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وتر واجب ہے جس کی دلیل نماز وتر چھوڑنے پر آئی ہوئی ترہیبی روایات ہیں، جبکہ جمہور علماء کے نزدیک یہ سنت مؤکدہ ہے اور انہوں نے تہجد کی طرح اسے نفل نمازوں میں سب سے مؤکد قرار دیا ہے۔ جامع ترمذی نے اس باب کی روایات نقل کر کے دونوں دلائل پیش کیے ہیں، جو طالب علم کو اختلاف کے احترام کے ساتھ سمجھنے کی تربیت دیتی ہیں۔ وتر کا وقت نماز عشاء کے بعد سے طلوع فجر تک ہے۔ اس کی رکعات ایک، تین، پانچ، سات اور نو تک روایات میں آئی ہیں، جن میں تین رکعت کا طریقہ عام معروف ہے۔ تین رکعت میں دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے جس کے مقام یعنی رکوع سے پہلے یا بعد میں مختلف آراء ہیں۔ مسنون عمل کی روایت کا مفہوم ہے کہ رات کی آخری نماز وتر کو بنایا جائے، تاہم جس نے عشاء کے ساتھ وتر پڑھ لیا اور پھر رات کو بیدار ہو کر تہجد پڑھی تو اس کی نماز بھی درست ہے اور اس مسئلے کی تفصیل بھی فقہ میں موجود ہے۔ اگر وتر رہ جائے تو اس کی قضا کا حکم بھی احادیث سے لیا گیا ہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ مسنون اذکار مومن کی نماز اور روز و شب کو اللہ کی یاد سے جوڑنے کا نظام ہیں، تہجد رات کی سب سے افضل نفل نماز ہے جس کا افضل وقت آخری تہائی رات ہے، اور وتر اس قیام کا طاق رکعتوں والا اختتام ہے جس کے حکم اور کیفیات میں فقہی آراء کا احترام سنت کے طالب علم کا شیوہ ہے۔ عملی بات یہ ہے کہ ان عبادات میں بتدریج اضافہ کیا جائے، کم پر دوام اختیار کی جائے اور اعداد و کیفیات کے بیش آ[illegible]لاف میں مستند اہل علم کی رہنمائی لی جائے، کیونکہ کسی خاص شخص پر حکم کا اطلاق اہل علم ہی کا کام ہے۔

AIOU LIBRARY aioulibrary.com